تمدنِ دہلی کے مآخذِ مطالعہ

ڈاکٹر سمیرا اعجاز، اسسٹنٹ پروفیسر شعبۂ اُردو، سرگودھا یونیورسٹی، سرگودھا

Abstract

Dehli is historically evidenced as a significant place of predominant cultural and literary activities. This article relates the basic information of all such sources and discusses their importance in comprehending classical literature in its context.

عروس البلاد دہلی، تیسری صدی قبل مسیح سے اکیسویں صدی تک بسنے اور اُجڑنے کی ایک تاریخ رکھتی ہے۔عہدِ موریہ سے عہدِ طومار (آنند کمار طومار) تک دہلی تشکیلی دور سے گزری اور آٹھویں صدی عیسوی سے شناخت کا دور شروع ہوا۔ پرتھوی راج کے بعد عہدِ سلاطین، عہدِ مغلیہ اور انگریز دور میں دہلی اپنے سینے میں عروج و زوال کی داستان سموئے آج نئی دہلی میں ڈھل چکی ہے۔حکمرانوں اور بادشاہوں کی سرپرستی اور دلچسپی نے دہلی کو علم وادب کا مرکز بنا دیا،ادیب،شاعر،فنکار،موسیقار اور اہلِ علم وفن اپنی تخلیقی صلاحیتوں اور استعدادِ کار کے جوہر دکھاتے رہے۔شعبہ ہائے علم وادب کے ایسے نمونے سامنے آئے جو دہلی کی تہذیبی و ثقافتی شناخت کا حصہ بنے۔ ایسے میں، دہلی کی تہذیب وتمدن کو بھی بطور موضوع برتا گیا۔ابتداً کتبِ تواریخ،غیر ملکی سیاحوں کے سفرناموں اور یادداشتوں میں دہلی کے تمدن کی جھلکیاں دیکھنے کو ملتی ہیں۔سرِ دست ان مآخذات کو موضوع بنایا گیا ہے جو براہِ راست تمدنِ دہلی کے عکاس ہیں۔ یہ مصادر؛ مضامین، سفرناموں، یادداشتوں، خاکوں، رپورتاژوں اور افسانوں کی صورت میں موجود ہیں۔ان مآخذات کے تعارف میں زمانی ترتیب وہیئت کو ملحوظ رکھا گیا ہے۔

مضامین کی صورت میں تمدنِ دہلی کے براہِ راست بیان کا پہلا بنیادی حوالہ''مرقع دہلی'' از درگاہ قلی خاں، ہے۔ یہ فارسی تصنیف ہے جو اٹھارویں صدی کے دلّی شہر کو سامنے لاتی ہے۔اس کے کئی اردو تراجم اور ملخص شائع ہو چکے ہیں۔ پہلا اُردو ترجمہ حکیم سید مظفر حسین نے کیا جو تاج پریس حیدرآباد دکن سے ۱۹۲۶ء میں شائع ہوا۔ دوسرا ترجمہ نورالحسن انصاری نے کیا جو شعبہ اُردو دہلی یونیورسٹی سے ۱۹۸۱ء میں اشاعت پذیر ہوا۔ ۱۹۸۸ء میں اس کا ایک ترجمہ خواجہ عبدالحمید یزدانی نے کیا جو مکتبہ ایلفا براوو، لاہور سے شائع ہوا۔ ترجمے کی ایک اشاعت ڈاکٹر خلیق انجم نے ۱۹۹۳ء میں انجمن ترقی اُردو ہند، دہلی کے تحت کی۔ اس کتاب کی تلخیص خواجہ حسن نظامی نے کی جو ابتدا میں''قدیم دہلی'' کے عنوان سے ۱۹۳۳ء میں اور''پرانی دہلی کے حالات'' کے عنوان سے ۱۹۴۹ء میں شائع ہوئی۔ اس کتاب کی اولین اشاعت اور مصنف کے حوالے سے ڈاکٹر خلیق انجم لکھتے ہیں:

''نواب درگاہ قلی خاں آخر ماہ ربیع الاوّل ۱۱۵۱ھ مطابق جون ۱۷۳۸ء میں دلّی آئے تھے اور ۲۰ جمادی

الاول ۱۱۵۴ھ مطابق ۲۳ جولائی ۱۷۴۱ء کو دکن واپس گئے۔ گویا وہ دلی میں تین سال دو مہینے رہے۔ یہاں کی زندگی قریب سے دیکھی۔ ''مرقع دہلی'' میں جو کچھ لکھا گیا ہے وہ ۱۷۳۸ء تا ۱۷۴۱ء تک تقریباً تین سال کے حالات پر مبنی ہے۔ نادرشاہ کی موجِ خوں ان کے سر سے بھی گزری تھی۔ انھوں نے نادرشاہ کی لوٹ مار اور قتل و غارت گری اپنی آنکھوں سے دیکھی تھی لیکن حیرت کی بات ہے کہ 'مرقع دہلی' میں انھوں نے دلی والوں کی عیاشی تو مزے لے لے کر بیان کی ہے لیکن نادرشاہ کا ذکر ایک دو بار ہی کیا ہے۔''[۱]

اس کتاب میں دہلی کے اولیائے کرام، مزارات، عرس، تہواروں، مشاعروں، معروف چوک، شاہراہوں اور اہل فن و حرفت و موسیقی کی تفصیلات ملتی ہیں۔ اولیائے کرام میں نصیرالدین چراغ دہلوی، باقی باللہ، شاہ ترکمان بیابانی، سلطان شمس الدین غازی اور میر شرف کا ذکر ہے۔ عُرس خُلد منزل اور بسنت کے تہوار کے ساتھ مرزا بیدل، مرزا جانِ جاناں، حزیں، سراج الدین خاں آرزو، شمس الدین مفتون، مسکین اور غمگین جیسے شاعروں کا حوالہ ملتا ہے۔ موسیقاروں میں نعمت خان بین باز، باقر طنبورچی، حسن خاں ربابی، غلام محمد سارنگی نواز، رحیم خاں و تان سین، شہباز دھمدھمی نواز، حسین خاں ڈھولک نواز اور ارباب نشاط میں کمال بائی، اوما بائی، رحمٰن بائی، پنا بائی اور کالی گنگا وغیرہ کا ذکر ملتا ہے۔

اُردو میں تمدن دہلی کا پہلا نمائندہ اور بنیادی ماخذ سرسید احمد خاں کی تصنیف ''آثارالصنادید'' ہے۔ اِس کی پہلی اشاعت مطبع سیدالاخبار ۱۸۴۷ء اور دوسری اشاعت اسٹینڈرڈ پریس سے ۱۸۵۴ء میں ہوئی۔ یہ چار ابواب پر مبنی ہے۔ پہلا باب ، بیرونِ دہلی عمارتوں مثلاً قلعہ تغلق آباد، مورت مندر، ست پلہ، باؤلی درگاہ، نیلی چھتری، کابلی دروازہ، کوٹلہ فیروزشاہ وغیرہ کے حالات کے بیان پر محیط ہے۔ دوسرا باب ،قلعہ معلّٰی کے احوال کے بیان پر مشتمل ہے جس میں دیوانِ خاص، تسبیح خانہ، حمام، ہیرامحل اور مہتاب باغ ،شامل ہیں۔ تیسرا باب، شاہ جہاں آباد کی عمارات مثلاً اعظم خاں کی حویلی، چتلی قبر، کالی مسجد، فیض بازار، خونی دروازہ وغیرہ کے حالات پر مبنی ہے جب کہ چوتھے باب میں، دلی والوں کا بیان ہے جس میں مشائخوں، مجذوبوں، علمائے دین، حکما، شعراء، خوش نویسوں، مصوروں اور اربابِ موسیقی کی، ۱۲۸ شخصیات کے حالات کا عمدہ بیان ہے۔ خلیق احمد نظامی ،اس کتاب کی اہمیت کی بابت لکھتے ہیں:

''سرسید نے جس ذوق، انہماک اور تاریخی بصیرت کے ساتھ اس (آثار الصنادید) کا مواد جمع کیا، وہ حیرت انگیز ہے ----۔ ہندوستان میں آثارِ قدیمہ کی اہمیت کو سب سے پہلے سرسید نے محسوس کیا اور اس پر باقاعدہ کام کی بنیاد ڈالی۔ ہماری تاریخ اور تمدن کے اس ماخذ کے تحفظ کی طرف ان کی نظر لارڈ کرزن سے بہت پہلے گئی تھی۔''[۲]

''آثارالصنادید'' کے چوتھے باب کو بعدازاں قاضی احمد میاں اختر جوناگڑھی نے، ''تذکرہ اہلِ دہلی'' کے نام سے مرتب کیا جو انجمن ترقی اردو کراچی سے ۱۹۵۵ء میں شائع ہوئی۔

''بزمِ آخر'' از منشی فیاض الدین ،پہلی بار ۱۸۸۵ء میں مطبع ارمغانِ دہلی سے شائع ہوئی۔ دوسری بار ۱۸۹۰ء میں منظر عام پر آئی۔ بعدازاں ۱۹۲۰ء میں رحمانی پریس دہلی سے اور ۱۹۶۵ء میں مجلس ترقی ادب لاہور سے بھی اشاعت پذیر ہوئی۔ اس

اشاعت کا پیش لفظ اشرف صبوحی نے تحریر کیا۔ بیالیس (۴۲) مضامین پر مشتمل اِس کتاب میں شہرِ دہلی کے، دو آخری مغل بادشاہوں کے طریقِ معاشرت کا بہ طورِ خاص ذکر ملتا ہے۔ اِس کتاب سے محلات کی تفصیلات؛ محل کے صبح و شام کا احوال، شاہی سواری، جلوس کی سواری، طعام خانے، عدالت، دربار، تورے بندی، شاہی مہمان داری، جشن نوروز، محرم، آخری چہارشنبہ، شب برأت، ماہِ رمضان، عیدالفطر، عیدالاضحیٰ، دسہرہ، دیوالی، ہولی، سلونو، باغ کا زنانہ، پھول والوں کی سیر، بادشاہ کا جنازہ، ولی عہد کا جنازہ جیسی معلومات ملتی ہیں۔ کتاب میں حضرت قطب الدین، حضرت غوث الاعظم اور حضرت نظام الدین اولیا کی تقریب عرس کے اہتمام کا ذکر بھی ملتا ہے۔

''تفریح دہلی'' (گائیڈ آف دہلی) از حسین احمد، ۱۹۰۳ء میں جین کو پبلشرز، دہلی سے شائع ہوئی۔ اسی (۸۰) صفحات پر محیط اس کتاب میں تصاویر بھی شامل ہیں جو اس کتاب کی اہمیت میں اضافہ کرتی ہیں۔ اس کتاب کی تخصیص اور شناخت، دہلی کی جغرافیائی، تاریخی اور تمدنی صورتِ حال کا بیان ہے۔ کتاب کی ابتدا میں تختِ دہلی کی مختصر تاریخ بنی ملتی ہے۔ دہلی کے مشہور مقامات، عمارات اور شخصیات کا بیان تفصیل سے ملتا ہے۔ ان میں لال قلعہ، جامع مسجد، قطب مینار، لاہوری دروازہ، دلّی دروازہ، چھتہ چوک، رنگ محل، موتی مسجد، حیات بخشی باغ، سنہری مسجد، ثمن برج، جعفر محل، سلیم گڑھ، شاہ برج، چاندنی چوک، پرانا قلعہ، کلاں مسجد، وغیرہ شامل ہیں۔ ان کے علاوہ مقبرہ سلطان شمس الدین التمش، مقبرہ سلطان علاؤالدین خلجی، مقبرہ غیاث الدین تغلق، مقبرہ نظام الدین اولیا، مقبرہ جہاں آرا بیگم، مقبرہ محمد شاہ رنگیلا، مقبرہ ہمایوں، امیر خسرو، مزار سلطان رضیہ بیگم اور شاہ عالم کے مقبرے کے علاوہ گوردوارہ سیس گنج، جین مندر، میتھورا مندر اور گوری شنکر کے مندر کا ذکر بھی موجود ہے۔

''رسوم دہلی'' از سید احمد دہلوی، پہلی بار ۱۹۰۵ء میں مخزن پریس دہلی سے شائع ہوئی۔ بعدازاں یہ کتاب، کتاب کار پبلی کیشنز رام پور سے ۱۹۶۵ء میں شائع ہوئی۔ اس کتاب کا مقدمہ، یوسف بخاری دہلوی نے لکھا۔ اِس کتاب کا موضوع دہلی میں مسلمانوں کی پیدائش سے موت تک کی انہتر (۶۹) رسومات کا بیان ہے۔ اِن رسومات میں بچے کی ولادت، چھٹی، عقیقہ، رتجگہ، چلّے، لوریاں، مرونڈوں کی رسم، رسمِ بسم اللہ، آمین، ایجاب وقبول، رقعہ، بیاہ مانگنا، مایوں بٹھانا، ساچق، سہرا، آرسی مصحف، چوتھی، چالے اور سفر و موت کی رسومات وغیرہ شامل ہیں۔ شان الحق حقی، اس کتاب کی اہمیت کے حوالے سے لکھتے ہیں:

> ''رسوم دہلی'' ادبی تصنیف نہیں، نہ مولف فرہنگ آصفیہ، ادیب تھے۔ اس کی اہمیت لغوی، تاریخی، اور سماجی ہے۔ ہماری سماجی زندگی میں ہمارے دیکھتے دیکھتے بڑا انقلاب آ چکا ہے۔ زندگی ہر دور میں رسموں کی پابند ہوتی ہے۔ یہ رسمیں بدلتی ہی رہتی ہیں اور یہ تبدیلیاں تاریخ واجتماعیات کے لیے بڑے معنی رکھتی ہیں۔۔۔ یہ ہند اسلامی تہذیب کا ایک باب ہے جس کا مطالعہ ان لوگوں کے لیے شرط ہے جو اپنی تہذیبی وسماجی تاریخ سے دلچسپی رکھتے ہیں۔'' [۳]

''یادگارِ دہلی'' از سیّد احمد ولی اللہ، ۱۹۰۵ء میں مطبع احمدی، دہلی سے شائع ہوئی۔ دو سو ساٹھ (۲۶۰) صفحات پر مبنی یہ کتاب خاندانِ تیموریہ اور ۱۸۵۷ء کے حالات کے ساتھ ساتھ تعمیراتِ شاہ جہاں آباد، جامع مسجد، لال قلعہ، مزارات، اولیا اللہ، علما، فقرا، حکما اور روسائے دہلی کے تذکرے کو پیش کرتی ہے۔ جامع مسجد اور اس کے اطراف کی عمارات کو تفصیلاً بیان کیا گیا ہے۔ مثلاً جامع مسجد کے مشرقی دروازے کے تحت؛ کمپنی باغ، ٹھنڈی سڑک، نقارخانہ اور کشمیری دروازہ۔ جنوبی دروازے کے تحت؛

چوڑی دالان، عیدگاہ، مدرسہ حسینیہ، حاجی نہاری والا اور آستانہ شاہ ولی اللہ ۔عقبِ جامع مسجد کے تحت؛ لال مسجد، لال کنواں، رائے بہادر پنڈت جانکی ناتھ صاحب اور کوچۂ پنڈت ۔ شمالی دروازے کے تحت؛ خونی دروازہ، حوض والی مسجد، ہندو کالج، کوٹھی حاجی علی خاں، گھنٹہ گھر اور چاندنی چوک کا ذکر کیا گیا ہے۔ اس کتاب میں قدیم و جدید کا امتزاج ملتا ہے۔ پیش لفظ ''دلّی'' کے عنوان کے تحت لکھا گیا ہے۔ دلّی سے والہانہ محبت کا اظہار دیکھیے:

> ''(دلی) حقیقت میں ایک دلربا معشوقہ ہے جو ہر زمانہ میں اپنی دلفریبی کے جوہر دکھاتی رہی ہے۔ اول: اہلِ ہنود اس کی اٹھکیلیوں کے دلدادہ اور کافر فریبیوں کے شیدائی ہوئے اس کے بعد یہ شعبدہ باز مسلمانوں کی طرف مائل ہوئی اور اپنے تیرِنظر سے ایک ایک کا شکار کرنا شروع کیا۔ یہاں تک کہ رفتہ رفتہ جانثاروں کا صرف نام باقی رہ گیا۔''۴

''رہنمائے قلعہ دہلی''، گارڈن سانڈرسن کی تصنیف (مطبوعہ ۱۹۱۴ء) کا اُردو ترجمہ ہے۔ خان بہادر مولوی ظفر حسن نے اس کا ترجمہ کیا جو ۱۹۲۰ء میں جیّد پریس، دہلی سے شائع ہوا۔ اس کی دوسری اشاعت ۱۹۲۹ء میں ہوئی۔ اس کتاب میں عماراتِ شاہی کی مفصل کیفیت اور تاریخی حالات کو مستند تواریخ سے اخذ کیا گیا ہے جو اس کتاب کی اہمیت بڑھاتا ہے۔ کتاب کی ابواب بندی اور ان ابواب کے ناموں سے، اس تصنیف کی اہمیت واضح ہوتی ہے۔ مثلاً قلعہ کی بنا، قلعہ کے بنانے والے، قلعہ کے مختلف نام، قلعہ کے دروازے، نوبت خانہ، دیوانِ عام کی رسومات، ممتاز محل، رنگ محل، نہر بہشت، تسبیح خانہ، تختِ طاؤس، ہیرا محل اور موتی مسجد وغیرہ اہم ابواب ہیں۔

''دلی کا آخری دیدار'' از سید وزیر حسن دہلوی، پہلی بار ۱۹۳۴ء میں شائع ہوئی۔ ۱۷ صفحات پر مبنی یہ کتاب، دہلی کے مغلیہ دور کے آخری حالات کی تصویر کشی ہے۔ ۱۹۸۶ء میں اردو اکادمی، دہلی نے اِسے دوبارہ شائع کیا اور اس کا مقدمہ سید ضمیر حسن دہلوی نے لکھا۔ وہ اس کتاب کی اہمیت کے حوالے سے رقم طراز ہیں:

> ''اس کتاب کا مطالعہ ادبی، لسانی اور تاریخی اعتبار سے جتنا اہم ہے اتنا ہی اہم ثقافتی اور معاشرتی اعتبار سے بھی ہے۔ اس میں ایسی سینکڑوں رسموں اور رواجوں کا ذکر آیا ہے جو آج کے لوگوں کے لیے نہ صرف بصیرت افروز بلکہ بصارت افروز بھی ہے۔ ایسے ملبوسات، ظروف، ضروریاتِ زندگی، آداب و اخلاق، طور طریقے، واقعات اور رہن سہن کے ڈھنگ نظر آتے ہیں جن کی معلومات سے عمرانیات قدیم کے بعض اہم گوشوں پر روشنی پڑتی ہے۔''۵

''قلعہ معلّٰی کی جھلکیاں'' از عرش تیموری، مکتبہ جہاں نما، دہلی سے ۱۹۳۷ء میں شائع ہوئی۔ اس کا تعارف یوسف بخاری دہلوی نے لکھا ہے۔ اس کتاب میں قلعۂ دہلی کے خاص و عام کا تذکرہ کیا گیا ہے۔ بہادر شاہ ظفر کے فرزندان، دختران، مرزا جہانگیر، مرزا بابر، مرزا سلیم، مرزا الٰہی بخش، فرخ سیر کے ساتھ ساتھ زنانہ خدمت گاریں، باکمال گویا تازس خاں، ستار و طبلہ نواز مرزا قولیش، اہل نشاط میں ٹڑھ موی خانم کا ذکر شامل ہے۔ مشاغل میں شکار بازی، بندوق بازی، حقہ اور گلوری جب کہ رسومات میں؛ قلعہ میں رسمِ پردہ، نوروز اور آخری چہار شنبہ، وغیرہ اہم ہیں۔ اس کتاب کی اہمیت کے حوالے سے یوسف بخاری دہلوی لکھتے ہیں:

> ''یہاں آپ قلعہ معلّٰی کی تمام شاہی عمارات کو دیکھیں گے اور ان کی چار دیواری میں بادشاہ، شہزادے

> اور شہزادیوں کو اپنی روزمرہ کی زندگی بسر کرتے پائیں گے۔حکومت کے اندازِ شجاعت اور دلیری کے کارنامے، عدل وانصاف کے نقشے، شاہی معاشرت اور طرزِ تمدن اور قلعہ کے تمام رسم و رواج کی جیتی جاگتی تصویریں آپ کی نگاہ میں پھرنے لگیں گی۔''۶

''دہلی'' از محمود علی خاں جامعی، مکتبہ جامعہ، دہلی سے ۱۹۳۸ء میں شائع ہوئی۔۷۰ صفحات کی اس کتاب کو نو ابواب میں تقسیم کیا گیا ہے۔ پہلا باب: دہلی کے آٹھ شہر، دوسرا باب: دہلی کے بادشاہ، تیسرا باب: جامع مسجد، چوتھا باب: لال قلعہ، پانچواں باب: قطب مینار، چھٹا باب: ہمایوں کا مقبرہ، ساتواں باب: درگاہ حضرت نظام الدین اولیا، آٹھواں باب: دو پرانے قلعے اور نواں باب: نئی دہلی، ہیں۔ اس کتاب کی خصوصیت یہ ہے کہ اس میں نقشوں ور تصاویر کا اہتمام بھی کیا گیا ہے۔ دہلی کو جن آٹھ شہروں میں منقسم کیا گیا ہے ان میں اندر پرست، پرانی دہلی، سیری، تغلق آباد، فیروز آباد، دلی شیر شاہ، شاہ جہاں آباد اور نئی دہلی شامل ہیں۔کتاب میں سفرنامے کا اسلوب اور فکشن کا رنگ ہے، اس حوالے سے ایک مثال دیکھیے:

> ''دہلی کی جامع مسجد کی سیر تم نے کر لی، اب آؤ ذرا لال قلعہ کی سیر کرائیں۔ اس قلعہ میں بڑی خوب صورت عمارتیں ہیں۔ یقین ہے انھیں دیکھ کر تم بہت خوش ہو گے۔''۷

''یہ دلی ہے'' از سید یوسف بخاری، پہلی بار ۱۹۴۴ء میں شائع ہوئی۔ اس کی دوسری اشاعت ایچ ایم سید کمپنی کراچی کے تحت ۱۹۶۳ء میں عمل میں آئی۔ یہ کتاب پندرہ ابواب پر مشتمل ہے۔ اگر اس کتاب کو دلّی کے تمدن کی خالص ترجمانی کہا جائے تو، بے جا نہ ہوگا۔ ابواب کے عنوانات، تمدنِ دہلی کا اظہار یہ ہیں۔ ان میں ''دلی کی گلیاں''، ''دلی کا مکتب''، ''دلی کی عید''، ''دلی کی شادی''، ''دلی کے شہدے''، ''دلی کے کرخندار''، ''دلی کے دھوبی''، ''دلی کی آتش بازی''، ''دلی کی پتنگ بازی''، ''دلّی کی شطرنج''، ''دلّی کی سادہ کاری''، ''دیوان خانہ حکیم محمد اجمل خاں'' وغیرہ اہم ہیں۔ مولوی عبدالحق اِس کتاب کی اہمیت کے حوالے سے لکھتے ہیں:

> ''یوں تو دلی پر بہت کچھ لکھا جا چکا ہے لیکن سیّد یوسف بخاری صاحب نے اس کتاب میں جو کچھ لکھا ہے وہ خاص چیز ہے اور ان چیزوں کا لکھنا ہر ایک کا کام نہیں۔ حیرت ہوتی ہے کہ ایسی چھوٹی چھوٹی اور چھپی ڈھکی باتوں سے انھیں ایسی گہری واقفیت کیوں کر حاصل ہوگئی۔''۸

''اوراقِ مصور'' از پروفیسر خلیق احمد نظامی، عہدِ وسطیٰ کی دلّی کا بیانیہ ہے۔ یہ کتاب شعبۂ اُردو، دہلی یونیورسٹی سے ۱۹۷۲ء میں شائع ہوئی۔ یہ دو خطبات پر مبنی ہے۔ پہلا خطبہ؛ دورِ سلاطین میں دلی کے رقبے، دروازے، آبادی، آب و ہوا، شاہی محلات، خانقاہوں، حوض، باولیوں، کنوؤں، باغات وغیرہ اور دوسرا خطبہ؛ عہدِ مغلیہ میں دلی کے مینا بازار، جشنِ ماہتابی، جامع مسجد، مکانات، صنعت وحرفت، اہلِ حرفہ کی حالت، مدرسوں، عوام کے کھیل اور دلچسپیوں، تہواروں اور مشاعروں کی تصویرکشی پر مشتمل ہے۔

''عالم میں انتخاب'' از مہیشور دیال، دلّی کی سماجی اور تمدنی تاریخ ہے۔ یہ کتاب، اردو اکادمی، دہلی سے ۱۹۸۷ء میں شائع ہوئی۔ ۵۲۰ صفحات پر مبنی اِس کتاب میں جن موضوعات کو مضامین کے عنوانات بنایا گیا ہے اُن میں دلی کی ایک حویلی، حویلی کا رہن سہن، پان، حقہ، پھیری والوں کی آوازیں، کسرت اور کشتی کا شوق، نائن، دلی کی بولی ٹھولی، داستان گوئی کا فن، شطرنج اور چوسر، گنجفہ، سُر اور لَے، فنِ خطاطی، سادہ کار، مرصع کار، دلی کے بانکے، بنوٹ، بانک اور ٹپے بازی، جادو ٹونا، ناچ اور مجرا، بھانڈ اور نقال، چونی والوں کا تھیٹر، دلی کے لوک گیت، سواریاں، بہار کے میلے اور تہوار وغیرہ شامل ہیں۔

مضامین کی صورت میں، تمدنِ دہلی کی تصویر کشی کے حوالے سے دیگر اہم کتب میں ؛''دہلی'' از ڈاکٹر مجاہد حسین زیدی (اشاعت: مکتبہ جامعہ، نئی دہلی، ۱۹۶۰ء)،''مرحوم دہلی کی ایک جھلک'' از شمیم احمد (اشاعت: ادارہ ادبیات دہلی، ۱۹۶۵ء)،''یہ تھی دہلی'' از طالب دہلوی (اشاعت: انجمن ترقی اردو، دہلی، ۱۹۷۵ء)،''دلی کی زیارت گاہیں'' از ناز انصاری (گوشۂ ادب، دہلی، ۱۹۷۵ء)،''دلّی کی تاریخی مساجد'' از عطاالرحمٰن قاسمی، دو جلدیں (اشاعت: مولانا آزاد اکیڈمی، دہلی، ۱۹۹۵ء)،''دلی کا دسترخوان'' از ریشماں ناصر (اشاعت: فرید بک ڈپو، دہلی، ۱۹۹۹ء)،''دلی کی برادریاں'' از اخلاق حسین دہلوی (اشاعت: مکتبہ رشیدیہ، کراچی، ۲۰۰۰ء)،''دلی تھا جس کا نام'' از انتظار حسین (اشاعت: سنگ میل پبلی کیشنز، لاہور، ۲۰۰۳ء) شامل ہیں۔

خواجہ حسن نظامی، راشدالخیری اور ناصر نذیر فراق دہلوی، اردو افسانے کے اہم نام ہیں۔ انھوں نے دہلی کو اپنے افسانوں، خاکوں اور مضامین میں پیش کیا ہے۔خواجہ حسن نظامی نے غدر کے دور کی دلّی کو اپنا موضوع بنایا ہے۔ غدرِ دہلی کے افسانوں کی سیریز کا نواں حصہ''دلی کا آخری سانس'' کے عنوان سے دلی پرنٹنگ ورکس، دہلی سے ۱۹۲۵ء میں شائع ہوا۔ ۲۰۰ صفحات پر مشتمل یہ کتاب فارسی مضامین کا اُردو ترجمہ ہے۔ یہ فارسی مضامین''احسن الاخبار'' بمبئی میں ۴۶ء۔ ۱۸۴۵ء میں شائع ہوئے۔ یہ مضامین ،عابد یار جنگ کی فائل سے ماخوذ ہیں اور اِن فارسی مضامین کا اُردو ترجمہ ناصر دہلوی نے کیا جن پر حاشیے خواجہ حسن نظامی نے لگائے۔ یہ مضامین محلاتی خبروں کے خلاصے کی حیثیت رکھتے ہیں ۔خواجہ حسن نظامی کے ہاں افسانے اور دہلی کے تال میل نے انھیں اردو افسانہ نگاری میں جو مقام عطا کیا اس حوالے سے ڈاکٹر مسعود رضا خاکی لکھتے ہیں:

> ''جہاں تک اردو افسانہ میں خواجہ حسن نظامی کے مقام کا سوال ہے،وہ جس روش کو لے کر چلے تھے وہ ان کے ساتھ ہی ختم ہوگئی۔ان کا مقصد محض قصہ گوئی یا افسانہ نگاری نہیں تھا بلکہ غدرِ دہلی کی بپتا سنانا تھا اوراس کے لیے انھوں نے افسانہ کو بھی ایک ذریعہ بنایا۔''۹

راشدالخیری کی بہت سی کتب ،دلّی کے تمدن کی بازیافت ہیں۔ ان کتب میں ''دلی کی آخری بہار''،''داستان پارینہ''، ''نوبتِ پنج روزہ یعنی وداع ظفر'' شامل ہیں۔ یہ تینوں کتب عصمت بک ایجنسی، دہلی سے ۱۹۳۷ء میں شائع ہوئیں۔''دلی کی آخری بہار'' ۲۵ مضامین اور خاکوں کا مجموعہ ہے۔ مضامین کے عنوان کچھ یوں ہیں: دلی کے روزے اورعیدیں، شاہی میلہ، جھولے کی یاد، اگلے لوگوں کی وضعداری اور انقلابِ تمدن۔ خاکوں میں؛ بھکارن شہزادی، گلہری والی شہزادی، لال داڑھی والے مرزا صاحب، بہادر شاہی لال وغیرہ اس حوالے سے اہم ہیں۔''داستانِ پارینہ'' میں غیر مسلم مورخین کے بعض غیر معقول اعتراضات کا مدلل جواب دیا گیا ہے۔ ۱۸ مضامین پر مشتمل اس کتاب میں چند اہم شخصیات کا ذکر اہمیت کا حامل ہے۔ اِن شخصیات میں رضیہ سلطانہ، ارجمند بانو بیگم، جودھا بائی اور پاروتی وغیرہ اہم ہیں۔''نوبت پنج روزہ یعنی وداع ظفر'' پانچ مضامین پر مشتمل کتاب ہے۔ اِن مضامین میں معمولِ دن، ہجومِ افکار اور شاہی خط وغیرہ شامل ہیں۔ پہلے مضمون میں دلی کھانوں شامی کباب ،نمکین ومیٹھے چاول ، روٹی، کھیر، دلیہ، سموسے، مربے، چٹنیاں، حلوے، مٹھائیاں اور پھلوں کا ذکر کیا گیا ہے۔ یہ کتاب ۱۶۶ صفحات پر مبنی ہے۔

ناصر نذیر فراق دہلوی نے مضامین کی بجائے افسانوں میں دلّی کو سمویا ہے۔اُن کے دو افسانوی مجموعے''لال قلعہ کی ایک جھلک'' اور''دلّی کا اجڑا ہوا لال قلعہ'' اہمیت کے حامل ہیں۔''لال قلعہ کی ایک جھلک'' کے دیباچے میں اِن افسانوں کو مرحومہ کے ملفوظات قرار دیا ہے۔

جدید اُردو افسانے میں بھی دلی کی پیش کش ہوئی ہے۔ اس حوالے سے سید ضمیر حسن دہلوی کا افسانوی مجموعہ ''دلّی والیاں'' (تاج پبلشرز، دہلی، ۲۰۰۶ء) اہم ہے۔ یہ افسانوی مجموعہ گیارہ مختصر کہانیوں پر مبنی ہے۔ اہم افسانوں میں؛ انگنا، موہنا، فاحشہ، بھابھی، ڈائن اور مکتی شامل ہیں۔

دلّی کے تمدن کو موضوع بنانے والوں میں خواجہ محمد شفیع بھی اہم نام ہے۔ اُن کی دو کتب ''دلی کی آوازیں'' اور ''دلّی کا سنبھالا'' فیچر کے انداز میں لکھی گئی ہیں۔ ''دلی کا سنبھالا'' مکتبہ جامعہ، دہلی سے شائع ہوئی۔ اس کے ۴۴ ابواب ہیں اور صفحات کی تعداد ۱۵۵ ہے۔ اس کتاب میں دلی کے ادیبوں، عالموں، موسیقاروں، داستان گوؤں، شاعروں اور طبیبوں وغیرہ کا ذکر ملتا ہے۔ اہم شخصیات میں؛ مرزا کالے ستار نواز، مرزا عاشور بیگ منجم، میر کرامت علی خاں شاطر، میر ماہی پیراک، سرسید، حالی، غالب، ذوق، میر پنجہ کش خوش نویس، مرزا چڑیا ستار نواز، خواجہ امان (مترجم بوستانِ خیال) اور ضلع جگت کے اُستاد، استاد محمد بیگ شامل ہیں۔

''دلی کی آوازیں'' جید برقی پریس، دہلی سے شائع ہوئی۔ آٹھ ابواب اور ۱۰۰ صفحات پر مشتمل کتاب ہے۔ اس کتاب میں جوتے والے، صندوق والے، منجن والے، جوتشی، پان بیڑی، سقّہ، پلاؤ والے، کبوتر والے، کبابی، غزلوں کی کتابوں والوں کے علاوہ پھول والوں کی سیر، دلی کی شادی اور بقرعید کا خاص طور پر ذکر ملتا ہے۔

خاکوں کی ذیل میں، دلّی کی نمایاں شخصیات کی ،خاکہ نگاری کے حوالے سے اشرف صبوحی اہم نام ہے۔ اُن کے خاکوں کا مجموعہ ''دلّی کی چند عجیب ہستیاں'' انجمن ترقی اردو، دہلی سے ۱۹۴۳ء میں شائع ہوئی۔ اس کتاب میں پندرہ شخصیات کے خاکے ہیں جن میں میر باقر علی، مٹھو بھٹیارا، ملن نائی، مرزا چپاتی، گنجے نہاری والے، سیدانی بی، میاں حسنات اور گھمن کبابی وغیرہ اہم ہیں۔ ''مصنف نے مختلف شخصیات کی زبانی دلی کے رسم و رواج ،میلوں ٹھیلوں کے بیان اور مختلف مشغلوں کی جو تفاصیل بیان کی ہیں ان کا مجموعی تاثر ایک ہی ہے اور وہ یہ کہ دلی اب وہ دلی نہیں رہی جو غدر سے پہلے تھی''۔[۱۰]

اُردو سفرناموں میں بھی تمدنِ دہلی کی عکاسی ملتی ہے۔ اِس حوالے سے اہم سفرناموں میں ''سفرنامہ دہلی'' از خواجہ حسن نظامی (اشاعت: حلقہ مشائخ، دہلی، ۱۹۲۵ء)، ''دلی کا پھیرا'' از ملا واحدی (اشاعت: گلد انجمن کتاب گھر، کراچی، ۱۹۵۸ء)، ''دلی اور اس کے اطراف'' از حکیم سید عبدالحئی (اشاعت: ۱۹۵۸ء)، ''دلی یاترا'' از ابن کلیم احسن نظامی (اشاعت: کلیم آرٹ پریس، ملتان، ۱۹۸۸ء)، ''دلی دور ہے'' از قمر علی عباسی (اشاعت: عباسیز پبلی کیشنز، کراچی، ۱۹۹۰ء)، ''دلی دور نہیں'' از انور سدید (اشاعت: مقبول اکیڈمی، لاہور، ۱۹۹۴ء)، ''دلّی دور است'' از عطا الحق قاسمی (اشاعت: جہانگیر بک ڈپو، ۱۹۹۵ء) اور'' دلی درشن'' از ذوالفقار ہالیپوتو (اشاعت: فکشن ہاؤس، لاہور، ۲۰۰۹ء) شامل ہیں۔

وہ رپورتاژ، جو دلّی کے تمدن کو آشکار کرتے ہیں اور دلّی کی تہذیبی زندگی کے گرد گھومتے ہیں اُن میں ''دلی کی بپتا'' از شاہد احمد دہلوی (اشاعت: ساقی بک ڈپو، ۱۹۶۰ء)، ''دلی سے دلی تک'' از سید ضمیر حسن (اشاعت: انجمن ترقی اردو، دہلی، ۱۹۶۵ء) اور'' غالب کی دلّی'' از سید ضمیر حسن (اشاعت: تاج پبلشرز، دہلی، ۱۹۷۷ء) اہم ہیں۔

یادداشتوں اور یادنگاری کی ذیل میں، جن کتب میں دلی کی بازیافت ہوتی ہے اُن میں'' دلی جو ایک شہر تھا'' از راجندر لال ہانڈا (اشاعت: ۱۹۶۹ء)،'' دلی'': نقوش و تاثرات از عبدالماجد دریابادی،'' اور بستی نہیں یہ دلّی ہے'' از رفعت سروش (اشاعت: لبرٹی آرٹ پریس، نئی دہلی، ۱۹۹۳ء)،'' دلّی میری بستی، میرے لوگ'' از عظیم اختر (اشاعت: مولانا آزاد اکیڈمی، نئی

دہلی،۲۰۰۲ء)،'' دلی جو ایک شہر تھا؛ یادگار لوگ، ناقابل فراموش باتیں'' از ملا واحدی (اشاعت: اوکسفرڈ یونیورسٹی پریس، کراچی، ۲۰۰۳ء) اور'' دلی والے: دیدہ وشنیدہ'' ازعظیم اختر (اشاعت: ایم آر پبلی کیشنز، نئی دہلی، ۲۰۱۵ء) وغیرہ اہم ہیں۔

دلّی کالج کے حوالے سے کئی کتابیں منظرِ عام پر آ چکی ہیں۔''مرحوم دہلی کالج'' از مولوی عبدالحق، انجمن ترقی اردو، دہلی سے ۱۹۴۵ء میں شائع ہوئی۔ اس کتاب میں کالج کی عمارت، نصاب، شعبہ جات کی تفصیل کے ساتھ ۲۳ اساتذہ اور ۲۳ قدیم طالب علموں کو موضوع بنایا گیا ہے۔ اساتذہ میں اسپرنگر، امام بخش صہبائی، ماسٹر رام چندر، مولوی ذکا اللہ وغیرہ اور طالب علموں میں مولوی نذیر احمد، ماسٹر پیارے لال، میر ناصر علی، مدن گوپال اور مولوی کریم الدین کے اسماء اہم ہیں۔''قدیم دلّی کالج'' از مالک رام، مکتبہ جامعہ، دہلی سے ۱۹۷۵ء میں شائع ہوئی۔ اِس کے علاوہ'' دلی کالج: تاریخ اور کارنامے'' از عبدالوہاب، ایجوکیشنل پبلشنگ ہاؤس، دہلی سے ۲۰۱۰ء میں منظرعام پر آئی۔

دلّی کی زبان، روزمرہ اور محاورے پر بھی چند تصانیف سامنے آ چکی ہیں۔ ان میں'' دلّی کی بیگماتی زبان'' از محی الدین حسن اہم ہے۔ یہ کتاب مکتبہ جامعہ لمیٹڈ، دہلی سے ۲۰۱۲ء میں شائع ہوئی۔ پہلا باب: بیگماتی زبان کے پس منظر، دوسرا باب: بیگماتی زبان کے اجزا، تیسرا باب،: بیگمات کی چند عام رسومات اور چوتھا باب: بیگماتی زبان لکھنے والے ادیب اور ان کی مثالوں پر مبنی ہے۔ اس کے علاوہ'' دلّی کی خواتین کی کہاوتیں اور محاورے'' از شائستہ سہروردی اکرام اللہ، دہلی کے محاورے از سید ضمیر حسن دہلوی (اشاعت: انجمن ترقی اردو، نئی دہلی، ۲۰۰۸ء) اہم ہیں۔

برصغیر پاک و ہند میں بہت سے شہر ایسے ہیں جو اپنی تہذیبی شناخت رکھتے ہیں جن میں دہلی، لکھنؤ، دکن، لاہور اور کراچی وغیرہ شامل ہیں ان میں دہلی تاریخی اور تہذیبی اعتبار سے قدیم شہر ہے۔ اس کے تہذیبی وتمدنی بازیافت کا سرمایہ بھی وسعت کا حامل ہے۔ مذکورہ بالا تجزیہ بھی تمدنِ دہلی کے ماخذاتی سرمایے سے آگہی کی ایک کڑی ہے۔

حواشی:

۱۔ ڈاکٹر خلیق انجم، (مرتب) مرقع دہلی از درگاہ قلی خان، دہلی: انجمن ترقی اردو ہند، ۱۹۹۳ء، ص: ۲۲

۲۔ خلیق احمد نظامی، سرسید اور علی گڑھ تحریک، علی گڑھ: ایجوکیشنل بک ہاؤس، ۱۹۸۲ء، ص: ۸۶۔۸۵

۳۔ شان الحق حقی، (پیش لفظ)، رسوم دہلی از سید احمد دہلوی، رام پور: کتاب کار پبلی کیشنز، ۱۹۶۵ء، ص: ۸

۴۔ سید احمد ولی اللہ، یادگار دہلی، دہلی: مطبع احمدی، ۱۹۰۵ء، ص: ۲

۵۔ سید ضمیر حسن دہلوی، (مقدمہ)، دِلّی کا آخری دیدار از سید وزیر حسن دہلوی، دہلی: اردو اکادمی، ۱۹۸۶ء، ص: ۲۷

۶۔ یوسف بخاری دہلوی، (پیش لفظ)، قلعہ معلیٰ کی جھلکیاں از عرش تیموری، دہلی: مکتبہ جہاں نما، ۱۹۳۷ء، ص: ۵

۷۔ محمود علی خاں جامعی، دہلی، دہلی: مکتبہ جامعہ، ۱۹۳۸ء، ص: ۲۰

۸۔ مولوی عبدالحق، (پیش لفظ)، یہ دِلّی ہے از یوسف بخاری دہلوی، کراچی: ایچ ایم سید کمپنی، ۱۹۶۳ء، ص: ۳

۹۔ ڈاکٹر مسعود رضا خاکی، اردو افسانے کا ارتقاء، لاہور: مکتبۂ خیال، ۱۹۸۷ء، ص: ۲۲۶

۱۰۔ ڈاکٹر بشیر سیفی، خاکہ نگاری: فن وتنقید، لاہور: نذیر سنز پبلشرز، ۱۹۹۳ء، ص: ۱۷